اسلام اور سیکولرزم

مفتی عبدالرؤف غزنوی
سابق استاذ: دار العلوم دیوبند انڈیا، حال استاذ: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

(دوسری قسط)

دوسرا باب

سیکولرزم کا منصفانہ تجزیہ

سیکولرزم کے پسِ منظر، تعریف وتعارف اور اس کے اغراض و مقاصد پر مفصل روشنی ڈالنے کے بعد اب ہم مقالہ کے دوسرے باب میں قدم رکھتے ہیں، یہاں پہنچ کر ہم جہاں سیکولرزم کا نہایت دیانت دارانہ تجزیہ کریں گے، وہیں اس تحریک کے نقشہ اور اس کی مذکورہ توجیہات کا قرآن وسنت کی روشنی میں بھرپور جائزہ بھی لیں گے، تاکہ مقالہ کے تیسرے باب میں ایک مناسب لائحۂ عمل کی نشاندہی کرتے ہوئے سامعین کے ساتھ ہم ایسے جادہ پر گامزن ہوسکیں، جو عقل وحکمت کی رو سے دوررس نتائج کا حامل اور نہایت مفید طریقہ کار رہے۔

سیکولرزم اسلام کے آئینہ میں

سیکولرزم اور اس کے بانی کی فکر پر مفصل روشنی ڈالنے کے بعد اب ہم اس مقام پر آچکے ہیں جہاں ہمیں نہایت منصفانہ طریقہ پر اس کا اسلامی نقطۂ نظر سے جائزہ لینا ہے، ابھی تک ہم نے اس نظریے کو الگ زاویہ سے دیکھتے ہوئے جس انداز سے بحث کی تھی، اس میں سیکولرزم کا مطالعہ کرتے وقت اسلام نظروں سے اوجھل رہا ہے اور ہماری یہ کوشش بھی رہی ہے کہ پہلے سامعین کو یکسوئی کے ساتھ ایک نظریے کو سننے کا موقع دیں اور دونوں کی آمیزش کو حتی الامکان روکے رکھیں، پھر مقالے کے دوسرے باب میں آکر سیکولرزم کی متعدد توجیہات پر قرآن وحدیث کی روشنی میں بے لاگ تبصرہ کریں، اس سے جہاں سامعین امتیازی عناصر کو منضبط کرتے جائیں گے، وہیں مقالے کے اس باب

میں آکر ہمارے قدم سے قدم ملا کر چلیں گے، تو آیئے! اس باب کا آغاز کرتے ہوئے سیکولرزم کی متعدد توجیہات کا اسلام کی روشنی میں علمی وتحقیقی جائزہ لیتے ہیں، پھر لائحۂ عمل کے باب میں آکر ہم ان وجوہات پر بھی واضح انداز میں روشنی ڈالیں گے، جن کی بنا پر ہم نے موجودہ حالات کے اندر سیکولرزم سے ہندوستانی معاشرہ میں سمجھوتا کرنا مفید سمجھا۔

سیکولرزم کی توجیہات کا علمی وتحقیقی جائزہ

جہاں تک ''راجیو بھارگوا'' کی پہلی دو توجیہات کا سوال ہے تو ہم ان کو یہ سوچ کر نظرانداز کردیتے ہیں کہ اس نظریہ کی پوری تاریخ پر ایک گہری نگاہ ڈالنے کے بعد سامعین سیکولرزم کے اُس تصور سے متفق نہیں ہوسکتے جو موصوف پہلی اور دوسری شق میں بیان کررہے ہیں۔ رہی تیسری توجیہ تو اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ حکومت اسٹیٹ میں ایسا ماحول پیدا کرے جو آپسی بھید بھاؤ، مساوات اور عوام کے درمیان ایک دوسرے کے مذہب کے بارے میں احترام ومحبت کے جذبات کو فروغ دے، اجتماعی ومعاشرتی طور پر مذہب کو جدا کرکے اسے انفرادی زندگی تک محدود کردے، اور بقول پروفیسر ''مجیب'' کے سیکولر اسٹیٹ کے تمام شہریوں کی یہ خصوصیت ہونی چاہیے کہ وہ اپنی ذاتی وپرائیویٹ زندگی میں چاہے مذہب کی کتنی ہی نمائش کرلیں، لیکن انفرادیت سے تجاوز کرکے وہ معاشرے میں اپنے جیسے دوسرے انسانوں سے مذہب پر عمل پیرا ہونے کا مطالبہ نہیں کرسکتے۔ ظاہر ہے حکومت کی ان کوششوں کے دیگر قوموں کی طرح مسلمان بھی مخاطب ہوں گے، اور قانون کی رو سے وہ بھی دوسرے مذاہب کا مکمل احترام کرنے پر مجبور ہوں گے، جبکہ اسلام ایک محدود دائرہ تک ہی اس احترام کی اجازت دیتا ہے جو حسنِ اخلاق کے زمرے میں آئے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

''وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ.'' (آل عمران:۱۵۹)

''اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔''

اسی طرح اسلام غیرمسلموں کے بارے میں نرم رویہ کی بھی تاکید کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشٰى.'' (طٰہٰ:۴۴)

''آپ دونوں جاکر اس سے نرمی سے بات کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا عذابِ الٰہی سے ڈر جائے۔''

اور ان کے ساتھ سبّ وشتم کو ممنوع قرار دیتا ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

’’وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ.‘‘ (الأنعام:۱۰۸)

’’اور یہ لوگ اللہ کے سوا جن معبودوں کی پرستش کرتے ہیں تم ان کو برا بھلا نہ کہو۔‘‘

یہ تو اسلام کی اخلاقی ومعاملاتی رواداری کی ہدایتیں ہیں، جبکہ وہ ابدی طور پر ہمیں ظالموں اور غیر مسلموں کی طرف ذرا بھی جھکنے سے منع کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’وَلَا تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ.‘‘ (ہود:۱۱۳)

’’اور جو لوگ ظالم ہیں ان کی طرف ذرا بھی نہ جھکنا، کبھی تم کو بھی آگ چھو جائے۔‘‘

اور اہلِ ایمان کی یہ علامت بتاتا ہے:

’’لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيْرَتَهُمْ.‘‘ (المجادلۃ:۲۲)

’’جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے، اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان کے لوگ ہوں۔‘‘

پھر ہمیں یہ حکم بھی دیتا ہے:

’’يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى أَوْلِيَاءَ.‘‘ (المائدۃ:۵۱)

’’اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔‘‘

جہاں تک چوتھی توجیہ کا سوال ہے تو اس عبارت سے یہ بات مترشح ہے کہ رعایا انفرادی و اجتماعی طور پر مذہبی ہو یا غیر مذہبی اس سے کوئی بحث نہیں، لیکن حکومت کو سیکولرزم ہر حال میں لادینی دیکھنا چاہتا ہے۔ اس نظریے کا فطری نتیجہ دین وسیاست کی تفریق ہے جس میں دین کو نظرانداز کرکے سیکولرزم سرکاری سطح پر منتخب افراد کو وضعِ قانون کا حق دیتا ہے، حالانکہ یہ بات اسلامی نقطۂ نظر سے صحیح نہیں کہی جاسکتی، کیونکہ اسلام نہ کسی انسان کو قانون سازی کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی دوسرے انسانوں کا اس قانون کو ماننا برداشت کرتا ہے۔ اس کے نزدیک قانون ساز صرف خداوند قدوس ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس قانون کے شارح وامین ہیں اور انسان محض اتباع کرنے والا ہے۔ وضعِ قانون اور اس کی شرح ووضاحت کا نہ اسے کوئی حق ہے اور نہ ہی وہ اس کی صلاحیت رکھتا ہے۔ سیکولرزم منتخب افراد پر مشتمل پارلیمنٹ کو وضعِ قانون کا حق دے کر اسلام کے اس بنیادی عقیدے پر ضرب لگا رہا ہے اور اپنے

مقاصد کے حصول کے لیے ہی اس نے دین وسیاست کی تفریق کا نظریہ قائم کیا ہے، تاکہ مذہب کو دل کے نہاں خانوں اور عبادت گھروں کی چہار دیواری میں محدود کرکے جہاں معاشرہ سے اس کی ہوا اُکھیڑ دے، وہیں غیر مذہبی رجحانات کو فروغ دے کر دینی اشاعت کی راہیں بھی مسدود کردے۔

دوسرے مذاہب محدود زندگی سے مطمئن ہوکر دین وسیاست کی اس تفریق کو قبول کریں تو کریں، لیکن جہاں تک اسلام کا سوال ہے، وہ اپنے مکمل نظامِ حیات اور جامع فکر رکھنے کی بنیاد پر اس نظریے کو ہمیشہ کے لیے قبول نہیں کرسکتا، کیونکہ جہاں وہ انفرادی اور ذاتی زندگی میں اپنی گرفت مضبوط چاہتا ہے، وہیں معاشرہ میں پوری طرح حاوی ہوکر دینی حکومت اور خلافت کی راہیں ہموار کرتا ہے، وہ حکومت ودین کو جڑواں بھائی قرار دے کر مکمل طور سے یہ صراحت کرتا ہے کہ اسلام عقائد واعمال کی ایک عمارت ہے، جس کا خلیفہ نگہبان ہے۔ اسلام بنیاد ہے اور خلافتِ اسلامیہ اس کی پہرہ دار ہے۔ جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ ڈھے جاتی ہے اور جس چمن کا کوئی نگہبان نہ ہو وہ لوٹ لیا جاتا ہے۔ اس لیے یہ ممکن نہیں کہ خلافت وحکومت کو نظرانداز کرکے اسلام کو مکمل قرار دیا جائے:

’’اَلْإِسْلَامُ وَ السُّلْطَانُ أَخَوَانِ تَوْأَمَانِ لَا یَصْلَحُ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا إِلَّا بِصَاحِبِهٖ فَالْإِسْلَامُ أُسٌّ وَالسُّلْطَانُ حَارِسٌ ، وَمَا لَا أُسَّ لَهٗ یَهْدَمُ، وَمَالَا حَارِسَ لَهٗ ضَائِعٌ .‘‘ (الدیلمی عن ابن عباسؓ۔ کنز العمّال، رقم: ۱۴۶۰۹)

’’اسلام اور حاکم دونوں آپس میں جُڑواں بھائی ہیں، ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر رہ نہیں سکتا، اسلام بنیاد ہے اور حاکم اس کے محافظ۔ جس عمارت کی بنیاد نہ ہو، وہ منہدم ہوجاتی ہے اور جس کا محافظ نہ ہو، وہ ضائع ہوجاتا ہے۔‘‘

عہد گزشتہ کی پوری تاریخ کا جائزہ لیجیے اور برباد شدہ قوموں کی ہلاکت پر غور کیجیے تو آپ بھی اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکیں گے کہ انسانوں نے ہر ہر دور میں اپنے فرمانرواؤں سے متاثر ہوکر ان ہی کی عادات واخلاق، اطوار ونظریات اور ان ہی کے عقائد وشعائر کو اخذ کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے تو اس طرح ان کی بربادی میں جہاں بہت سی انفرادی بیماریاں کارفرما ہیں، وہیں ان کے قائدوں نے غلط کردار پیش کرکے ان کی تباہی میں اہم رول ادا کیا ہے، کیونکہ حکومت وسلطنت ہی وہ ذریعہ ہے جو کسی نظام کو باقی رکھنے، اسے پھلنے پھولنے اور اس کی اشاعت وابدیت کے اسباب فراہم کرتا ہے، چنانچہ مشہور مقولہ ہے: ’’اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ ‘‘ یعنی ’’عوام ہمیشہ اپنے فرمان رواؤں

کے طریقے کو اختیار کرتے ہیں۔‘‘

اسلام اگر حاکمیت وسلطنت سے دست بردار ہوجائے تو اس کے قوانین کا وہ حصہ معاشرہ میں کس طرح نافذ ہوگا جو دیوانی، فوجداری اور دیگر اہم معاملات پر مشتمل ہے؟ اسی حکمت کے پیشِ نظر وہ محض ترغیب وترہیب پر بس نہیں کرتا، بلکہ اپنی پوری طاقت معاشرے کے ان تمام جراثیم وعناصر کو مٹانے کے لیے جھونک دیتا ہے جو اس سے اصولی اختلاف کرتے ہوں۔

پانچویں توجیہ میں ’’راجیو بھارگوا‘‘ کا دعویٰ ہے کہ سیکولرزم کے معنی الحاد و لادینیت ہیں۔ پروفیسر ’’مجیب‘‘ اسی مفہوم کو دوسرے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں کہ اپنی تمام تر توجہات اور صلاحیتیں اس مادی دنیا پر مرکوز کرنے، اسے سجانے اور سنوارنے کا نام ہی سیکولرزم ہے۔ اب وہ شخص جس کو خدا نے فراستِ ایمانی، بصیرتِ روحانی اور شرحِ صدر کی دولت سے نوازا ہے، جو اسلامی موقف کے مطابق اس دنیا کو سائے کی طرح ایک عارضی اور محدود زندگی سمجھ کر آخرت ہی کو اپنا نصب العین بناتا ہو تو کیا سیکولرزم کے کہنے سے اُخروی زندگی سے منہ موڑ کر اس دنیا پر اپنی صلاحیتیں کھپا دے گا؟ جو اس کے پروردگار کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ ایک خداترس انسان جو دنیا کو ’مزرعة الآخرة‘‘ سمجھتا ہے، ایسی بھیانک غلطی کا ارتکاب نہیں کرسکتا، اور نہ ہی اسلام اسے کرنے کی اجازت دے سکتا ہے، ایسا تو وہی لوگ کرسکتے ہیں جو آخرت کو فراموش کرکے دنیا ہی کو اپنا مقصد بنا چکے ہوں۔

سیکولرزم کی اس غلط روش کو محسوس کرکے ’’راجیو بھارگوا‘‘ کے دل میں بھی اس کے تئیں نفرت وحقارت کے جذبات اُمنڈ آئے اور وہ بغیر کسی تکلف کے یہ کہہ گزرا کہ اس نظریہ کے حامی اکثر وبیشتر وہی لوگ ہوتے ہیں جو روشن خیالی کے دھوکے میں جہاں مذہب کو ایک ڈھکوسلہ قرار دیتے ہیں، وہیں حکومتی سطح پر اس کے تئیں معاندانہ رویہ اپناتے ہوئے اسے حکومت سے الگ رکھنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

اس توجیہ میں کتنی صداقت اور کہاں تک جذباتیت کارفرما ہے؟ اس پر بحث کی کوئی ضرورت نہیں، ہم تو اس نظریے کے اصول سامنے رکھ کر اسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہاں ’’راجیو بھارگوا‘‘ کا قلم حقیقت سے تجاوز کرگیا ہے۔

(جاری ہے)